© rasailojaraid.com

سیرتِ مومنانہ کی تعمیر کے مرکزی نقاط

(باطن کی تعمیر)

جناب صوفی نذیر احمد صاحب کشمیری

(۲)

(د) اخلاص للہ ۔ وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین ۔

"اخلاص للہ" خود مستقل محرک ہونے کے بجائے تمام محرکاتِ روحانی کا تکمیل کنندہ ہے۔ محبتِ الٰہی ایک مستقل محرک ہے۔ مگر اس کی تکمیل اُس وقت ہوتی ہے جب اُس میں سے باقی انواع کی محبتوں کو علیحدہ کردیا جائے اور یہ محبت کی دُنیا محبتِ الٰہی کے درجے سے "خالص محبتِ الٰہی" کے مقام پر آجائے۔ اُس کے خارجی آثار یہ ہیں کہ اُس کے لئے باقی سب محبتوں کو ان قربان کرنے کے لئے دل میں ہر وقت آمادگی پائے۔ ایمانی پرواز الی اللہ کے سفر میں تو سچ مچ یہ سب محبتیں وحشت سے بدل جاتی ہیں۔ اس سیر الی اللہ کے خاص موقف میں اللہ کے علاوہ اور کسی محبت کی نہ تو گنجائش ہے نہ امکان۔ سبب یہ ہے کہ ساری محبتیں انفس و آفاق کے مختلف مظاہر (زن فرزند و زر و زمین وغیرہ) سے ہوتی ہیں اور چونکہ سیر الی اللہ یکسر ماورائے انفس و آفاق کا معاملہ ہے۔ لہذا اس سیر میں اس گرفتاری انفس و آفاق کی کہاں گنجائش رہتی ہے۔ یہی سبب ہے لعض بلمہ اولیاء الرحمٰن کے تمام تعلقات سے فراغ کلی کا "عامل مولاہ بالصدق والنصاح استوحش من ماسواہ" مگر یاد رہے کہ یہ محض درجہ ایمان کی چیز ہے۔ سیر الی اللہ کے درجے کی چیز ہے۔ جو صرف نصف عبودیت ہے۔ دوسرا نصف عبودیت اعمال صالحہ کا دائرہ ہے۔ اس میں اُترنے کے بعد یعنی رجوع الی الاسباب کے بعد یہ سارے منقطع تعلقات پھر سے بحال کرنا پڑتے ہیں مگر اب یہ سارے تعلقات گرفتاری نفس کے باعث نہیں بلکہ رضائے الٰہی کے کامل حصول کیلئے ہیں اس لئے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رابطۂ حق کو بحال رکھتے ہوئے جس قدر یہ رابطے زیادہ ہوتے جائیں گے اسیقدر کمال انسانی کا حصول میسر ہوتا جائیگا۔ پہلی حالت میں انسان زید و عمر و بکر و خالد کے مقابل اپنے آپ کو ممتاز محسوس کرتا ہے۔ مگر دوسری حالت میں وہ اُسی زید و عمر و غیرہ کی سطح پر بظاہر آجاتا ہے اور "عباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونا" کا مصداق ہوتا ہے۔ لیکن جہاں تک داخلی محرکات کا سوال ہے وہاں زید و عمر و بکر کا محرک گرفتاریٔ نفس ہے اور اس کا محرک حصول رضائے الٰہی سے گذر کر تکمیل رضائے الٰہی ہوتا ہے۔ لہذا اس مقام پر محبتِ خالص کی صرف یہ نشانی ہے کہ سلسلۂ اسباب کی ساری محبتیں اللہ کی محبت کے تابع ہوں۔ اللہ کی محبت کے لئے ان سب کا چھوڑنا ایک طبعی اُفتاد محسوس ہو۔ یہ بوقتِ ضرورت کا معاملہ ہے۔ حقیقت میں ماں باپ سے زن و فرزند سے زر و زمین سے لگاؤ اس تمسک بالاسباب کے مقام پر رحمتِ الٰہی ہے اس لئے کہ یہ سارے تعلقات حقوق و فرائض کے ایک طویل سلسلے میں انسان کی آزاد حیات کو باندھنے والے ہیں اور اپنی فطرت میں خالص ایک مجاہدہ ہوتے ہیں۔ ساری تلخیاں اور سارے ابتلا ان کی فطرت میں داخل ہیں۔ اُدھر انھیں حقوق و فرائض کے بے لاگ پورا کرنے سے عبودیت کی تکمیل ہو۔ لہذا اگر ان میں محبت کی قسم کا شیریں لگاؤ پیدا نہ کر دیا جائے تو اس سلسلۂ حقوق و فرائض کی تلخیٔ محض کو کون جان بوجھکر اپنے اوپر حاوی کرنے پر راضی ہوگا۔ لہذا یہ لگاؤ درحقیقت رحمتِ الٰہی ہی کا ایک پرتو ہے، جو باپ کو بیٹے، بہن کو بھائی، شوہر کو زن، دوست کو دوست سے باندھے رکھتا ہے۔ اور انسانی تمام اعمال صالحہ کے سارے سلسلے کو قبول لتے ہوئے بھی مجاہدات کے اس سارے سلسلے کو تلخ کے بجائے شیریں محسوس کرتا ہے اور اُن کی انجام دہی میں مصروف رہتا ہے۔ ہاں تو اس سارے سلسلے میں اخلاص کی نشانی یہ ہے کہ جہاں بھی اور جس مرحلے پر بھی اس محبت کا خالص محبت الٰہی سے تصادم محسوس ہو وہاں اللہ کے لئے اس محبت کا چھوڑنا آسان رہے۔ اخلاص صرف محبت کی تکمیل نہیں کرتا۔ بلکہ خشیت و رضا کی بھی یہ اسی طرح تکمیل کرتا ہے۔ اس لئے کہ معلوم ہو کہ اس دار الاسباب میں مُفید کے ساتھ ساتھ ہزاروں مضر چیزیں بھی ہیں۔ اور ایک ایک مضر چیز... مثلاً سانپ بچھو، زہر و امراض اور اشرار معاشرہ وغیرہ... انسان کے لئے خوف کا ایک سلسلہ پیدا کر دیتے ہیں۔ ادھر یہ ایک حقیقت ہو کہ محی و ممیت، نافع و ضار،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معطی و مانع۔ صرف خدا کی صفات ہیں۔ اور تمام صفات کی طرح اللہ پاک ان صفات میں بھی لاشریک ہے۔ پھر غیر اللہ سے خوف رکھنے کے کیا معنے۔ یہاں بھی یہ حالت پیدا ہوجاتی ہے کہ تبتل وانقطاع کی حالت میں انسان کے دل میں ان چیزوں میں سے کسی کا خوف جاگزیں نہیں ہوتا۔ وہ ان تمام مضرتوں کو پاؤں تلے روندتا ہوا نکل جاتا ہے۔ لیکن تمسک بالاسباب کے مقام پر یہ سب چیزیں آموجود ہوتی ہیں اور ان سب سے انسان کو ہر ممکن احتیاط برتنا ہوتی ہو۔ یہاں بھی وہی معیار لاگو ہوتا ہے جو محبت الٰہی کے اخلاص کے سلسلے میں صدر میں عرض کیا جاچکا ہو۔ یعنی یہ سارے خوف، خوفِ خداوندی کے تابع رہیں، یہ یقین قلب میں متمکن رہے کہ اگر ساری کائنات انسان کو ضرر پہونچانے اور اُسے موت کے گھاٹ اُتارنے پر قسم کھالے مگر اللہ پاک کی منشا یہ نہ ہو تو ساری کائنات کا یہ منصوبہ دھرا کا دھرارہ جائیگا۔ اب ان سب مضر چیزوں کی مضرت سے بچنے کی ساری احتیاطوں کا دائرہ صرف اس قدر رہجاتا ہے کہ چونکہ اللہ مسبب الاسباب نے اپنی بے شمار حکمتوں کے ماتحت ان تمام اشیاء میں یہ مضرتیں رکھی ہیں لہذا ان سے احتیاط برتی جائے۔ بلا شبہ اس درجہ کی ساری احتیاطیں ٹھیک خوف خدا ہی کا ایک مستور حصہ ہوتی ہیں۔ لیکن اگر یہ ماحولی مضرتیں کسی وقت خوفِ خدا کے لئے چیلنج کی صورت اختیار کرلیں تو پھر انھیں پاؤں تلے روندڈالنا ہی حقیقت ایمان ہے۔ یہ چیز محیی و ممیت، نافع و ضار، مانع و معطی خدا پر اعتماد و توکل ہوتا ہو۔ اور ان صفات کی غیر اللہ سے نفی کرنا ہوتی ہے جس کے سوائے شرک سے بچاؤ ممکن نہیں اور شرک سے تطہیر سے پہلے کا ایمان قابل اعتماد نہیں۔

"ان یمسسک اللہ بضر فلا کاشف لہ الا ھو وان یردک بخیر فلا راد لفضلہ"

یہ ہے خشیت الٰہی کا اخلاص و تکمیل، محبت و خشیت کے بعد خود رضائے الٰہی کے دائرے کا بھی اخلاص ہے۔ یعنی خالص رضائے الٰہی کو محرک تام بنانا، جب فرد کا معاملہ صرف اپنے اور خدا کے درمیان محدود ہوتا ہے تو کام آسان ہوتا ہے مگر یہ فراغ کتنوں کو حاصل ہو۔ عام حالت یہ ہے کہ ایک انسان ایک گھر کا فرد ہے۔ اس گھر میں اس کے علاوہ اس کی بیوی اس کے بچے اور ممکن ہے کہ اُس کے بہن بھائی اور بعض صورتوں میں اس کے ماں باپ بھی ہوں، اب یہ ایک واقعہ ہے کہ ایسے گھر کا امن و فارغ البالی بھی اس وقت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تک مشکل ہو جبتک ان سب ساکنین کی فی الجملہ مرضی و پسندیدگی کا لحاظ نہ رکھا جائے۔ اب اخلاص فی الرضا یہ ہے کہ انسان کے قلب و صدر میں ہی نہیں بلکہ اُس کے نفس کے ظاہر و باطن پر رضاءِ الٰہی کا اتنا غلبہ ہو کہ وہ ان تمام رضاؤں کو اللہ کی رضا کے تابع رکھ سکے۔ اس کے لئے ازابتدا تا انتہا کوشاں رہے اور جب رضاءِ الٰہی کا تقاضا ہو جب یہ رضائیں اللہ پاک کی رضا سے متصادم محسوس ہوں تو انھیں کاملاً نظر انداز کر دے۔ میں یہاں "پاؤں تلے کچل دے" کا ثقیل لفظ عمداً استعمال نہیں کر رہا ہوں۔ اس لئے کہ مقام رضا میں انسان کسی کو کچلتا نہیں بلکہ غیر مرضی و غیر پسندیدہ سے برائت صریح کر لیتا ہے۔ وہ بھی رضاءِ الٰہی سے متصادم ہونے کی صورت میں۔

احسان | ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک"ان اللہ مع الذین اتقوا و الذین ھم محسنون"

"ان اللہ مع المحسنین" تکمیلِ ایمان کے بعد اعمال کا مجاہدے کے درجے سے نکل کر اور فطرت انسانی کا صریح تقاضا بن کر اپنی تکمیل کی حدود کو برضا و رغبت ہو پہنچنا حُسنِ عمل ہے۔ عمل صالح ایک مجاہدہ ہے۔ مگر جب فطرتِ انسانی اس درجہ صحیح و سلیم و قوی ہو جائے کہ عمل صالح مجاہدے کے بجائے اسے ایک طبعی رغبت و تقاضا محسوس ہونے لگے تو پھر انسان اُسے اونے پونے انجام دینے کے بجائے اُس کی غایت تکمیل و تحسین میں لگ جاتا ہے اور یہ تکمیل و تحسین اُسے "مُحسن" بنا دیتی ہے۔ وہ "احسان" کے مقام پر آجاتا ہے۔

ان اللہ مع الذین اتقوا (مجاھدین) والذین ھم محسنون۔ یہاں پر پہونچنے کے بعد انسانی قوت تمیز کی مجاہدوں سے جھکی ہوئی کمر سیدھی ہو جاتی۔ اُس پر جوبن آجاتا ہے۔ دل اور سینہ کی تنگی فراخی سے بدل جاتی ہے اور یہ کمالِ قوتِ تمیز پوری پوری ضد ہے حضرتِ عشق کے دینِ جنون و مدہوشی کی۔ فافہم و تدبر۔

(ر) نصح یا نصیحہ۔ "لقد ابلغتکم رسالات ربی و نصحت لکم ولاکن لا تحبون الناصحین" الدین النصیحۃ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محبت وخشیت و رضائے الٰہی کے تینوں محرکات روحانی نوعیت کے ہیں اور اُن کا تعلق فرد کی اپنی تکمیل ایمان وعمل سے ہے۔ لیکن نصح یا نصیحة (جس کے معنے خیراندیشیٔ افرادِ معاشرہ کے ہیں) اخلاقی محرک ہے اور اُس کا تعلق افرادِ معاشرہ کے باہمی تعلقات سے ہے۔ ہمارے باہمی تعلقات بہیمی انداز کی جلبِ منفعت یا دفعِ مضرت پر مبنی ہونے کے بجائے اساسًا و اصولاً ایک دوسرے کی خیر اندیشی پر مبنی ہونے چاہئیں۔ اور اس کی عملی شکل "تعاون" ہے۔ اسے دین کی زبان میں "تعاون علی البر والتقویٰ" کہا جاتا ہے۔ جماعتی تعلقات کی وہ شکل جسے موجودہ زبان میں ریاست کہتے ہیں اور جہاں معاشرہ حاکم ومحکوم میں تقسیم کر دیا جاتا ہے وہ یکسر فطرتِ انسانی کی مسخ شدہ حالت ہے اور قطعاً جبری انداز کی جلبِ منفعت کا دوسرا نام ہے۔ اس کے ذریعہ فطرتِ انسانی کی تربیت وتکمیل یا افرادِ معاشرہ کے امن ورفاہیت کا کوئی بھی امکان نہیں۔ اس لئے کہ نہ تو اس کا محرک خیراندیشی باہمی ہے اور نہ اس کی شکل "تعاون علی البر والتقویٰ" ہے۔ بلکہ محرک خود غرضی ہے اور اُس کی خارجی شکل تعاون کے بجائے یکسر جبر ہے جو جابر ومجبور دونوں کی حیاتِ اخلاق کے ساتھ ہی حیاتِ روحانی کا بھی قاتلِ محض ہے۔ موجودہ دور کے سارے ماہرینِ معاشیات کے نزدیک تمام معاشرے کے سارے اعمال کا محرک کامل صرف خود غرضی ہے۔ یہ اعتقاد موجودہ دور کے تمام فساد کی جڑ ہے۔ اسی کے باعث ریاست نے مطلق جباریت کی ہمہ گیر شکل اختیار کر لی ہے۔ (ریاست کو کل دین کا مرکزی اصول قرار دیکر اُسی کی روشنی میں دین کی تشریح کرنا ایک مہلک غلطی ہے) لہٰذا تربیت، اصلاحِ معاشرہ کا اُسے کوئی موثر ذریعہ سمجھنا ایک حماقت سے زائد اور کچھ نہیں۔ تربیت وتکمیل فطرتِ انسانی کا فطری طریقہ یہ ہے کہ اس کی ساری جنینی "حالت" کی اندرونی روحانی واخلاقی صلاحیتوں کو بیدار کیا جائے۔ اُس کے سارے محرکاتِ عمل کی تطہیر کی جائے اور پھر انھیں اخلاقی وروحانی داعیوں کو اس کی ساری خارجی زندگی پر حاوی کیا جائے اور پھر انھیں کو معاشرے کے باہمی تعاون کی اساس بنایا جائے۔ یہ انسانی تعاون جو دراصل اصولاً حیاتِ روحانی کے ساتھ ہی حیاتِ اخلاقی کی تکمیل ہی کی شکل ہے اس حیوانی انبوہ و ہجوم کی ضد ہے جو محض جلبِ منفعت و دفعِ مضرت کے لئے حیوانات میں ظہور پذیر ہوتی ہے اور ہمیشہ رہتی ہے۔ راقم یہاں ایک مثالی معاشرے کے مثالی کردار کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

از ابتدا تا انتہا ایک خاکہ دے رہا ہے جو حقیقی دین و آئین انسانی ہے یہ اس لئے دیا جا رہا ہے کہ ایک طرف تو حقیقتِ دین و آئین انسانی کے نام سے اور روحانیت و تطہیر باطن کے نام سے ہزاروں قسم کے ابہامات سے اصولِ دین کو بدلا جا رہا ہے اور دوسری طرف ریاست کی شدادیت و ہمہ گیری نعوذ باللہ معاشرۂ انسانی کے لئے ایک رب الارباب بنتی جا رہی ہے اور درمیان میں "جینی" انداز کی سیال اور نت نئے روپ بدلنے والی خیر اندیشی (مذہبیت) دونوں انتہاؤں میں پیوند سازی کا کام انجام دے رہی ہے۔ یقین و تعین کے بجائے معاشرے کے مناسبات (Plausibilities) پر اُن کی نگاہیں رہتی ہیں اور نہایت درجے کی فکری جانکاہیوں سے انھیں دمبدم پُورا کرتے رہنا اُن کا سارا وظیفۂ حیات ہے اس لئے ایک سفر کے دوران میں جو چند لمحاتِ فرصت ملے اُن میں یہ اصولی خاکہ مرتب کر دیا گیا۔ اس کے لکھنے کا تقاضا ابتدا میں قاضی احمد حسین ایم۔ پی۔ بہاری (ایک انتہائی ذہین مسلمان جو اب اللہ کے جوارِ رحمت میں جا چکا ہے) نے کیا تھا۔ دوبارہ قاری سید ڈاکٹر کلیم اللہ صاحب حسینی ایم۔ اے۔ پی ایچ۔ ڈی حیدرآبادی کے ساتھ چند دن اسی تطہیرِ باطن کے سلسلہ میں دعا و مراقبے میں شرکت کرنی پڑی اور ان باتوں کا ذکر آیا تو پھر انھیں لکھ دینے کی ضرورت محسوس ہوئی جسے پورا کیا جا رہا ہے۔

بہرحال محرکاتِ دینی کی فہرست میں "نصح" یا نصیحت پانچواں محرک ہے اور وہ روحانی کے بجائے اخلاقی محرک ہے اور معاشرے میں اس کی عملی شکل "تعاون" ہے۔ یہ معاشرے کے افراد کے ذات البین تعلقات کو حدودِ انسانی کا پابند رکھتا ہے اگر اس کی پوری پوری تربیت نہ کی جائے تو معاشرے کا سارا کاروبار طلبِ منفعت و دفعِ مضرت کے حیوانی داعیوں کا شکار ہو کر نوعِ انسانی کے لئے فساد دائمی کا موجب ہو جاتا ہے۔ اس کی بدترین شکل موجودہ دور کی معاشی کشمکش ہے جو پورے نوعِ انسانی کے لئے عالمگیر بربادی کا پورا پورا سامان کر رہی ہے۔ ایک معاشی داعیے کے علاوہ اور کسی اخلاقی و روحانی محرک کو اس کشمکش میں زیر بحث لانا دیوانگی سمجھا جاتا ہے اور اس دیوانگی کا پورا پورا قلع قمع کرنے کے لئے سارے تمدن انسانی کی تمام دینی بنیادوں کو منہدم کرتے ہوئے لامذہبیت پر پورے نوعِ انسانی کے کاروبار کو چست کرنے کی منظم کوشش کی جا رہی ہے اس کا نام سوشلزم ہے جس کی سب سے خطرناک شکل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اشتراکیت ہے۔ کہیں تو مذہب کو انسان کا محض داخلی قسم کا اندرونی معاملہ قرار دیکر اسے محدود سے محدود کرنے کی کوشش ہو رہی ہے جیسے کہ موجودہ لادینی جمہوریت میں ہو رہا ہے اور کہیں سرے سے دین و مذہب کو نیست و نابود کرنا معاشرے کے فرائض کا سرِ عنوان بن چکا ہے۔ جیسے کہ اشتراکی ملکوں میں ہو رہا ہے۔ اس کا علاج ہرگز یہ نہیں کہ دین و مذہب کو (social plausibilities) کی شکل میں اِدھر اُدھر پیوند لگانے میں صرف کیا جائے۔ بلکہ اس کا علاج صرف یہ ہے کہ دین کے روحانی مبادیات سے لیکر اُس کے معاشرتی و جماعتی ڈھانچے تک تمام دائروں کے اصولوں پر حق الیقین بہم پہونچایا جائے اور اس دور کی اصلاح کے لئے ابلیس کے اس سراب سے کھلا تصادم لینے تک کی تیاری کرلی جائے۔ جمہوریت کا ماحول سیکولر ہونے پر بھی یہ وقفہ بلاشک بہم پہونچ رہا ہے۔ مگر دینی طبقات میں نہ تو صحیح خطوط پر ربطِ باہم کی صورت پیدا کی جا رہی ہے اور نہ اصل خطرے کا کوئی معین اندازہ کیا جا رہا ہے۔ اس کے مقابل خاص خاص لوکل ماحول کے خاص خاص لوکل تقاضوں پر اور محض شخصی مرکزیتوں پر دینی الفاظ و اصطلاحات کے لباس پہنا کر انھیں پورا کرنے کے جتن کئے جا رہے ہیں۔ مگر اس سارے طرزِ عمل کے باوجود دعوی اب بھی یہی ہے کہ یہ سب کچھ اُس دینِ واحد کے لئے کیا جا رہا ہے جس سے نوعِ انسانی کی فلاح کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ گویا یہ سب کچھ نوعِ انسانی کی فلاح کا تقاضا ہے جسے دینِ حق کے نمائندے انجام دے رہے ہیں۔ حالانکہ تمام مرکزی سوالات پر یکسانی فکر و عمل اور شعوری انداز کے ربطِ باہم کے علاوہ اس عالم گیر جہاد کی تیاری ناممکن محض ہے۔ ان حالات کا اشد ترین تقاضا ہے کہ روحانی مبادیات سے عمرانیات کی آخری حدود تک محکماتِ دین کا ایک شدید احساس و یقین اُمت کے ظاہر و باطن پر محیط کر دیا جائے۔ قلوب و ارواح کے اعماق میں کسی حق کا اتارنا صرف اللہ کا کام ہے۔ مگر ایک حساس مسلمان کی حیثیت سے انھیں مرکزی محکمات کو مختلف مواقع کے سہارے اُمت کے ذمہ دار افراد و جماعتوں کے سامنے لاتا رہتا ہوں۔ یہ اللہ پاک کی عنایت ہے کہ ایک خدا دشمن ملحد، کروڑوں خداؤں پر یقین رکھنے والے ایک بت پرست اور دین فرائض و واجبات سے یکسر آزاد ایک فاسق سے لیکر لطیفہ قلب میں ڈوب کر ذکر کرنے والے ایک متبتل تک سے ایک وقت میں عملی کشمکش میں اُلجھے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوئے بھی کسی مقام پر تاویل کی ضرورت نہیں پڑتی۔ بلکہ اس وسیع عمل نے ایک ایک دائرے کے فرائض و واجبات کو اثباتاً و نفیاً میرے لئے ایک حق الیقینی انداز میں متعین کر دیا ہے۔ یہ اس کی عنایت ہے اور بظاہر اس کا سبب یہ بنا کہ غایت درجہ کی جان و مال، سوز و محبت کے دائرے کی مفصل سیر کرانے کے بعد غایت درجہ خوفِ خدا کے کوچے میں لا کھڑا کر دیا گیا ہوں۔ ؎

پلٹ جاؤں تجھ سے کہاں تاب مجھ میں   کروں ناز کیا ایسی فرخندگی کا

اسے اپنی سعادت سمجھوں گا کہ ان بیساختہ قسم کے صفحات کو ہند و پاکستان کی حد تک دینی رسائل اشاعت دیدیں۔ انشاء اللہ اس سے ملت کو بھی بہت فائدہ ہوگا۔ روحانی مبادیات کا محسوس قسم کا یقین بہم پہونچانے کے لئے اذکار و ادعیہ کا ایک بالکل ٹیکنیکل انداز کا مشورہ بھی عرض کرنے کو دل تقاضا کر رہا ہے۔ مگر اسے پھر کسی دوسری فرصت پر ملتوی کرتا ہوں وہ بڑی حد تک ایک شخصی معاملہ ہو سکتا ہے۔ حالانکہ جو بات وحدتِ دین و ملت کے سلسلہ میں عرض کی جا رہی ہے وہ مطلق شخصی نہیں بلکہ ملی فرض ہے اور سب دائروں کے لئے ضروری ہے۔ صدر کے اصولی خاکے کا سامنے رہنا آج ملی فلاح اور انفرادی اصلاحِ قلب و روح دونوں کے لئے ضروری ہے۔ اس کے سوائے ہم میں بحیثیت ایک ملت کے صحیح ربطِ باہم کی کوئی صورت ممکن نہیں۔ چہ جائیکہ ہم ایک انداز فکر و عمل کے یقین سے معمور ہو کر عالمگیر فسادِ انسانی کا سامنا کر سکیں۔

اللھم اصلح ذات بین المسلمین واجعل فی قلوبھم الایمان والحکمۃ وانصرھم علی عدوک وعدوھم"

غبارِ خاطر

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کے زمانہ اسیری قلعہ احمد نگر ۹ راگست ۱۹۴۲ء تا ۱۵ ارجون ۱۹۴۵ء کے بعض علمی و ادبی خطوط کا مجموعہ مکمل ایڈیشن - قیمت چھ روپے

مکتبہ برہان ۔ اردو بازار دہلی ۶

© rasailojaraid.com